

قرآن کے کلام اللہ ہونے کا مفہوم

لاہور سے ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”قرآن کے کلام الہی ہونے کا مفہوم تین گروہوں نے مختلف طور پر متعین کیا ہے۔

۱۔ قرآن حکیم کے الفاظ اور خائیم و مطالب سب منزل من اللہ اور وحی الہی ہی، یہاں تک کہ

نغم و ترتیب بھی۔

۲۔ قرآن کے الفاظ آسمانی ہیں لیکن اس کا مطلب مفہوم انسانی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور

کے صحابہ کرام کو جس بات کی ضرورت پیش آئی اس کے متعلق اللہ عزوجل کی طرف سے اس مطلب اور

مفہوم کو ادا کرنے کے لیے رتبہ الفاظ وحی کی شکل میں نازل ہو گئے۔ اس وقت پر حضرت محمد مصطفیٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضطراب حضرت ام المومنین حاکثہ رضی اللہ عنہا کے ہستان کے متعلق

یہودیوں کے تین سوالوں کے جواب کے لیے کئی روز تک وحی الہی کا منتظر رہنے اور وحی کا زمانہ قتل

”فتزہ“ نیز عرفان و حق رضی اللہ عنہ کی خواہش بابت مسکد حجاب، قتل امرئی اور عرت و غم و شراب

قابل لحاظ امور ہیں۔

۳۔ قرآن کے الفاظ و معنی دونوں انسانی ہیں۔ عرت تا میدانی بذریعہ وحی حاصل ہو گئی ہے اسی وجہ سے

اسکو تعویق و بزرگی حاصل ہے۔ اسکے اندر باوجود اُبی ہونے کے اور نثر الہی فصاحت و بلاغت ظاہر

کی گئی ہے۔ اس زمانہ جاہلیت میں شعرو شاعری کی فصاحت و بلاغت کا دور تھا۔ شاعری بھی اُبی

ہی لوگوں سے نپٹی تھی۔ نثر اس زمانہ میں معتقد تھی۔ کوئی شخص آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس وجہ سے لوگوں کو آپ کی فصیح بلیغ تشریح مقرب ہوا۔ یہاں پر (اوتیت القرآن و مثله معہ) قابل غور ہے یعنی اس میں اشارہ ہے کہ حدیث نبوی کی طرح (جو محض انسانی چیز ہے) قرآن بھی ہے اس کو عرف تائید آسمانی حاصل ہے۔ و ما یبسط عن الطہویٰ اور ما اناکما اللہ رسول فخذوه وغیرہ آیات اس خیال کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سا درست ہے؟

ترجمان القرآن۔ جو لوگ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اس کے الفاظ اور معانی اور نظم اور ترتیب سب چیزیں خدا کی طرف سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا روح الامین کا حصہ اس میں تبلیغ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱) "قرآن" کے نام سے جس چیز کو موسوم کیا گیا ہے، اور اس نام کو سن کر جس چیز کا تصور ہر سادہ کے ذہن میں آتا ہے وہ مجموعہ ہے الفاظ اور معانی اور نظم الفاظ اور ترتیب مضامین کا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نام سے جو چیز موسوم ہے وہ ہم نے اتاری ہے۔

وَقَوْلَانَا قَوْلَنَا لِنَقْرَأَكَ عَلٰی
النَّاسِ عَلٰی مَمْلُوكٍ وَنَزَّلْنَاكَ تَنْزِيْلًا
اور قرآن کو ہم نے مملکوں میں تقسیم کر دیا ہے
تاکہ تم اسے وقتاً فوقتاً لوگوں کو سنناؤ۔ اور (اسی) ہم نے اسکو رفتہ رفتہ اتارا ہے۔
(بنی اسرائیل - ۱۲)

۲) لفظ کتاب کا اطلاق الفاظ، معنی، نظم اور ترتیب سب پر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کے لیے کتاب کا لفظ استعمال کر کے اسے اپنی طرف منسوب فرماتا ہے:

تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ اِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو
زبردست اور داننا ہے۔ ہم نے تمہاری طرف
یہ کتاب برحق نازل کی ہے
(الزمر - ۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کتاب کی

آدرب العالمین کی طرف ہے۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لِرَبِّهِمْ فِيهِ مِرَّةٌ

رَبِّهِ الْعَالَمِينَ (سجده - ۱)

(پوچھو) کیا اللہ کے سوا میں کوئی اور فیصلہ کرنے

والا تلاش کروں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری

طرف یہ کتاب مفصل نازل کی ہے۔

أَفَعْبِدُ اللَّهَ آبْتَعَىٰ حَكَمًا فَهَمْ كَلِمَاتِي

أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ

مُفَصَّلًا (انعام - ۱۲)

(۳) لفظ کلام کا اطلاق بھی عرف عام میں لفظ ومعنی اور نظم و ترتیب سب پر ہوتا ہے، اور اس لفظ

کے ساتھ قطعی قرآن کو اپنی ہی طرف منسوب فرما رہا ہے:

اور اگر مشرکین میں سے کوئی تمہارے پاس پناہ

لیئے آئے تو اس کو پناہ دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سمئے۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ

فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ (التوبة - ۱)

اسی لفظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں سے قرآن کا تعارف کرایا۔ چنانچہ حدیث

میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ آپ موقف میں کھڑے ہو کر فرمایا کرتے (الرجل يجملني الى قومه

لا يبلغ كلامه) فان قريشا منعوني ان ابليخ كلامه) (کیا ایسا کوئی شخص ہے جو اپنی قوم کی طرف

مجھے لے چلے تاکہ میں اپنے رب کا کلام پہنچاؤں؟ کیونکہ قریش نے تو مجھے اپنے رب کا کلام پہنچانے سے

روک دیا ہے)۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے جب اَلْمَغْلَبَاتِ الْوَقْرِ سَنَانِي تُو كَفَارِ قُرَيْشِ

پہنچا، تمہارا کلام ہے یا تمہارے صاحب کا؟ آپ نے جواب دیا لیس بکلاھی و (بکلا حصا) ہے

ولكنه كلام الله (نہ میرا کلام ہے، نہ میرے صاحب کا بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے)۔

نمبر ۲۰ اور ۳ کی آیات و احادیث میں جن الفاظ کے ساتھ قرآن، کتاب اور کلام کو اللہ کی طرف

منسوب کیا گیا ہے وہ کمال درجہ کی مراحت سے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے الفاظ اور معنی اپنے

نظم اور ترتیب کے ساتھ بالکل خدا کی طرف سے ہیں۔ آپ علم طور پر اپنی زبان میں جب کہتے ہیں کہ فلاں کتاب

مثلاً مولانا شبلی کی ہے، یا یہ کلام مثلاً مردِ اقبال کا ہے تو اس سے آپ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا اور نہ یہ مطلب کوئی سنے والا مراد لیتا ہے کہ مولانا شبلی یا مرزا غالب نے اپنا مدعا کسی شخص کو بتا دیا تھا اور اس شخص نے اس مدعا کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا، یا انہوں نے الفاظ اور مدعا دونوں کسی شخص کو دیے اور اس شخص نے ان معنایں کو ایڈٹ کیا۔ جہاں کہیں ایسی صورت ہوتی ہے وہاں کسی نہ کسی طور پر اسکی تصریح کی جاتی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب فلاں شخص کی ہدایت سے لکھی گئی ہے، یا فلاں شخص کے معنایں کو ایڈٹ کیا گیا ہے۔ مگر قرآن میں صرف یہی نہیں کہ ایسی کوئی مراحت نہیں کی گئی، بلکہ مراحت کے ساتھ ایسے تمام شبہات کی نفی کر دی گئی ہے۔

سببی دلائل (۱۰) صاف کہا گیا ہے کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے :

فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا لَآئِحْوُ ثُوْشُرُوْ
 إِنَّ هَذَا إِلَّا أَقْوَالُ الْبَشَرِ سَاْصِلِيْهِ
 سَقَمًا (المدثر - ۱)

(۱۰) کافروں کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے

مصنف ہیں :

قَالُوْا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ
 أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ . وَايَلَهُ
 نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ
 بِالْحَقِّ (النحل - ۱۷)

وہ کہتے ہیں کہ تو نے خود قرآن بنا لیا ہے
 مگر ان میں سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ ان سے
 کہہ دو کہ حقیقت تمہارے رب کی طرف سے
 پاک روح اس کو لائی ہے۔

امانت دار روح نے اس کو تمہارے

قلب پر اتارا ہے۔

نَزَلَ بِكَ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ عَلٰی

قَلْبِكَ (الشعراء - ۱۱)

"پاک روح" اور "امانت دار روح" کے الفاظ اس شبہ کو بھی دور کر دیتے ہیں کہ نبی اور خدا کے درمیان جو روحانی واسطہ نزول قرآن کا ذریعہ بنا تھا اس میں معاذ اللہ کسی جعل یا خیانت کا امکان تھا۔ لہذا یہ الفاظ اس بات کو اور زیادہ موکم کرتے ہیں کہ کمال درجہ کی حفاظت کے ساتھ قرآن قلب نبی پر نازل کیا گیا تھا۔ (۶) صاف تصریح کی گئی کہ اس قرآن میں نبی کا دخل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اس کو جوں کا توں پہنچا دیں ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (العنکبوت - ۲)۔ ان کو اس میں اپنی طرف سے کچھ گھسانے یا برعکس کا اختیار نہیں:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدہ - ۱۰)

اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے
تم پر اترا ہے اسے پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا
نہ کیا تو تم نے اسکی پیغام بری نہ کی۔

اور جو کہیں پیغمبر خود گھڑ کر سہاری طرف
کوئی بات منسوب کر دے تو ہم اس کا ہاتھ
پکڑ لیں اور اس کی گردن اڑا دیں۔

الفاظ اور نظم و ترتیب من جانب اللہ | ان دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن بجا نامعنی و الفاظ اور بجا نظم و ترتیب من جانب اللہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اب بھی کوئی شبہ باقی ہو تو حسب ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ
لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
مُبِينٍ (الشعراء - ۱۱)

اور بلاشبہ یہ پروردگار عالم کی اناری ہوئی کتاب ہے
جسے امانت دار روح نے سلیس عربی زبان میں تمہارے
قلب پر اتارا ہے تاکہ تم ان نبیوں میں شامل ہو جاؤ
جنہوں نے لوگوں کو عذاب الہی سے ڈرایا ہے

ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے
 اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا
 تاکہ (عرب اہل عرب) اسکو سمجھ سکو۔
 لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (یوسف - ۱)

یہ اور اسی معنی کی بہت سی آیات اس بات پر مزید دلیل ہیں کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں
 کیونکہ خصاص فرماتا ہے کہ میں نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بناتے
 وَكَوْجَعَلْنَا قُرْآنًا عَجَبِيًّا
 تو یہ (اہل عرب) کہتے کہ اس کی آیات کی شرح
 تَقَالُوا وَلَوْ أَنَّا فُضِّلْتِ الْآيَاتُ عَجَبِيًّا
 کیوں نہ کی گئی؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب ایک عرب کے
 بَعَرَ حَيْثُ (رم السجدہ - ۵)
 قدر سے بڑھی جا رہی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے الفاظ خدا کی طرف سے ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو رسول
 عربی پر عجمی زبان میں بھی وحی نازل کر سکتا تھا اور نیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی زبان بجز عربی کے نہ
 جانتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تفسیر الفاظ کن جانب اللہ ہونے کی ہو سکتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ
 اس کا نظم اور اس کی ترتیب بھی خدا کی طرف سے ہے یا نہیں، تو اس پر آیت اِنَّا عَلَّمْنَاكَ مَا نَحْنُ
 دہلی قطعی ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قرآن کو جمع کرنا اور اسے ایک مسلسل کتاب کی
 صورت میں پڑھو اور اپنا ہمارا ذمہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا انزال بعض لوگوں نے آیت اِنَّكَ لَقَوْلٌ رَسُوْلِي كَيْفَ يَشَاءُ بے شک یہ ایک
 معزز پیغام بر کا قول ہے) سے استدلال کیا ہے کہ قرآن کے الفاظ انسانی ہیں اور مراد معنی الہی ہیں۔
 لیکن یہ استدلال بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن میں دو جگہ یہ فقرہ استعمال ہوا ہے۔ سورہ الحاق میں ہے:

یقیناً یہ ایک پیغام بر بزرگ کا قول ہے کہ
 اِنَّكَ لَقَوْلٌ رَسُوْلِي كَيْفَ يَشَاءُ
 یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، مگر تم بہت کم یقین لاکھو،
 هُوَ يَقُوْلُ شَاعِرًا قَلِيْلًا مِمَّا تُؤْمِنُوْنَ

اور یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں ہے مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔ یہ پروردگار عالم کی طرف اتا رہا ہے

وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ هَلْ لَنَا تَأْتِدُنْ كَرُونَ
تَأْتِدُنْ لِحَنِّ رَبِّ الْعَالَمِينَ (رکوع ۲۴)

دوسری جگہ یہ فقرہ سورہ تکویر میں آیا ہے:

یقیناً یہ ایک پیغام پر بزرگ کا قول ہے جو صاحب قوت ہے اور عرش والے (خدا) کے پاس بڑا رتبہ رکھتا ہے جہاں اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور پھر وہ امین بھی ہے..... یہ

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذُو قُوَّةٍ
عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَرًا
أَعْتَدْنَا لَهُ... وَمَا هُوَ يَقُولُ شَيْطَانٍ
مَجْنُونٍ

کسی راندہ و رگاہ شیطان کا قول نہیں ہے۔

ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں:

(۱) پہلی آیت میں رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسری آیت میں رسول سے مراد جبریل امین ہیں۔ اگر خدا کے سوا قرآن کے انشا اور تصنیف کا تعلق کسی دوسرے شخص سے ہوتا تو لا محالہ وہ ایک ہی شخص ہوتا، یا پھر یہ دو شخصوں کی مشترک محنت کا نتیجہ ہوتا۔ بصورت اول قرآن کو ایک ہی شخص کی طرف منسوب کرنا درست ہو سکتا تھا، دوسرے شخص کی طرف اسکی نسبت درست نہ ہوتی۔ بصورت دیگر صحیح طریق بیان یہ ہوتا کہ انہ لقول رسولین کریمین دیر و بزرگ پیغام بردوں کا قول ہے) نہ یہ کہ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ

(۲) دونوں آیتوں میں "قول" کی نسبت "رسول" کی طرف کی گئی ہے جسکے معنی پیغام لانے والے کے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ انہ لقول جبریل کسیم (یہ ایک مرد بزرگ کا قول ہے) یا انہ لقول صلی اللہ علیہ وسلم (یہ ایک بزرگ فرشتہ کا قول ہے)۔ مرد اور فرشتے کے الفاظ کو چھوڑ کر لفظ "رسول" استعمال کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن دونوں بزرگ ہستیوں کا قول بحیثیت پیغام بردوں کا ہے۔

نہ کہ حیثیت شخصی۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ”یہ بات قاصد بیان کر رہا ہے“ تو درحقیقت اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کا قاصد ہے اس کا پیغام بیان کر رہا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ قاصد اپنی طرف سے بیان کر رہا ہے۔ لہذا قول کی نسبت جب ”قاصد“ کی طرف کی جائے تو وہ مجازاً قاصد کی طرف اور حقیقتہً قاصد ہیچینے والے کی طرف ہوگی۔

(۳) دونوں جگہ ”قول“ کو ”رسول کریم“ کی طرف نسبت دینے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد مربع طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآن کو تمہارے پاس نہایت معتبر ذریعہ سے بھیجا رہا ہے۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ شخص جس کی زبان سے تم ہمارا پیغام سن رہے ہو، یہ کوئی شاعر نہیں ہے کہ خیالی باتیں تصنیف کرنے کا عوگ ہو، نہ یہ کوئی کاہن ہے کہ اسے قیاس و تخمین سے فیض کے اسرار بیان کرنے کی عادت ہو۔ یہ تو ایک نیک اور شریف پیغام بر ہے جو رب العظیم کی نازل کی ہوئی بات بیان کر رہا ہے۔ لہذا تمہیں اس پر ایمان لانا چاہیے، مگر تم بہت کم غور کرتے ہو اور کم ہی مکی باتوں پر یقین لاتے ہو۔“ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اُس میں شیطانی دساؤں کا دخل نہیں ہے بلکہ خدا کا مقرر فرشتہ جو نہایت امانت دار ہے، خدا کے ایلی کی حیثیت سے یہ قول لے کر آتا ہے، پس درحقیقت ایک رسول یا دوسرے رسول کی طرف لفظ قول کی نسبت سے یہ نتیجہ نکالنے کا کوئی موقع نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس قول کے مصنف ہی دونوں رسول ہیں یا ان میں سے کوئی ایک ہے۔

بنی کا فہم تک من جانب اللہ ہے | مستفسر نے جن گروہوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے دوسرے اور تیسرے گروہ کے تمام استدلالات نہایت کمزور ہیں۔ کسی موقع پر وحی کے لیے آپ کے مضطرب ہونے یا منتظر رہنے سے، یا کبھی کبھی طویل مدت تک وحی کا سلسلہ بند رہنے سے، یا کسی صحابی کی تجویز کے مطابق وحی نازل ہو جانے سے یہ نتیجہ کس طرح نکالا جاسکتا ہے کہ وحی جب آتی تھی تو بصورت معنی آتی تھی اور پھر آنحضرت صلعم ان معانی کو اپنے اذعان میں بیان کیا کرتے تھے؟ ہر حدیث بنوی اور تیسرا القرآن مثلاً معہ (مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کے مثل ایک دوسری چیز بھی اسکے ساتھ دی گئی ہے) سے استدلال، تو وہ بھی اس مطلب کے لیے مفید

ہیں ہے۔ درحقیقت یہ حدیث ان حضرات کے خلاف پڑتی ہے مگر ان کے موافق۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ”مجھے ایک تو قرآن دیا گیا ہے، دوسرے اسکے ساتھ ہی اس کے حقائق کا علم اسکے مطالب کا فہم بھی دیا گیا ہے یعنی میں قرآن کا جو مطلب بیان کرتا ہوں یا قرآن کے مطابق جو عمل کرتا ہوں یا حکم دیتا ہوں وہ بھی میرے دماغ کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کا مقصد و مدعا تک میرے ذہن پر اوپر ہی سے اتنا کیا جاتا ہے۔“
ٹھیک یہی بات قرآن میں بھی ارشاد ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا رَأَىٰ
اللَّهُ (النساء - ۱۶)

ہم نے تم پر یہ کتاب برحق نازل کی ہے تاکہ
تم لوگوں کے درمیان اس بھرت کے ساتھ فیصلہ
کرو جو اللہ تم کو دے۔

دوسری جگہ فرمایا

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْمِعْ أَصْفًا
لِتُحْمَلْ عَلَيْكَ لَيْسَ لَكَ
(القیامہ - ۱)

جب ہم قرآن پڑھ کر تمہیں سنائیں تو تم پر صاف
میں بیروی کرو، پھر ہمارے ہی ذمہ اس کا مطلب
بھانا بھی ہے۔

اس قدر کھلی کھلی تصریحات کے بعد کسی ایسے شخص کے لیے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو، اس امر میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن الفاظ سے بیکر معنی اور مفہوم اور شرح و تفسیر تک بالکل اللہ کی طرف سے قلب رسول پر نازل ہوا تھا۔ چونکہ اس مضمون میں ہمارا خطاب صرف اہل ایمان سے ہے لہذا ہم یہاں ان لوگوں سے تعرض نہیں کرتے جن کے دلوں میں شبہات و رائل اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کسی انسان پر وحی کا نزول ہی دوسرے سے ان کی کجی میں نہیں آتا۔